ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

عابد حسین ❁

بلوچستان میں اردو تحقیق کی روایت

Tradition of Urdu Research in Balochistan

By *Abid Hussain, Asst. Prof., Dept. of Urdu, Govt. Post Graduate College, Quetta.*

ABSTRACT

Urdu is an important language of Balochistan which has academic and literary concerns including communication throughout the province. Balochistan not only has a large collection of knowledge and literature in Urdu but the written academic series also started in this language. Many researchers have explored this validity. This paper is related to Urdu research in Balochistan. it will explore the background of the academic and literary research of Urdu in Balochistan. Moreover, the review of the current situation from the tradition is also described. In this paper, the academic research accomplished in universities including individual research trends is also mentioned in detail. The researchers who popularized Urdu research in the region, their work is mentioned. At the same time, attention has been paid to the progress that is being made in Urdu research at the university level. Apart from this, the overall review also mentions the reasons that are hindering Urdu research in Balochistan. Furthermore, suggestions for possible solutions have been presented in this regard.

Keywords: Urdu research, Balochistan, Magsi, Yousif Aziz, Al-Baloch, Kaosar, Khalil Siddiqui, Marri, University of Balochistan, SBK.

بلوچستان میں اُردو، سرسری جائزہ

معلوم تاریخ کے مطابق خطۂ بلوچستان میں اُردو کے ابتدائی نقوش انیسویں صدی کے وسط اور بیسویں صدی کے آغاز میں ملتے ہیں۔ البتہ انیسویں صدی کے اختتام تک خصوصاً ۱۸۷۷ء اور اس کے بعد ایجنسی بلوچستان کے

❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سریاب روڈ، کوئٹہ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

قیام کے بعد یہاں اردو میں باضابطہ دفتری خط و کتابت رواج پا چکی تھی۔[1] اس سے قبل یہ علاقہ کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں تقسیم تھا۔ قلات کی حیثیت خودمختار ریاست کی تھی۔ البتہ ریاست کی دفتری زبان فارسی تھی۔ اُردو نثر کا اولین نمونہ ہمیں 'بلوچی نامہ' کی صورت میں ملتا ہے۔ جسے رائے بہادر لالہ ہتو رام نے ۱۸۷۵ء میں تالیف کیا۔ اس کا بنیادی مقصد اُردو جاننے والوں کو بلوچی سے روشناس کروانا تھا۔

قبل ازیں انگریز ہندوستان فتح کر چکے تھے اور وہاں کی زبان جسے ہندی یا اُردو کہا جاتا تھا، اپنا چکے تھے۔ اس لیے جب انگریز قلات یعنی موجودہ بلوچستان کی طرف آئے تو ان کے ساتھ عوامی رابطے کی زبان اُردو تھی۔ یوں دفتری اُمور کے سبب اردو نے یہاں رواج پانا شروع کیا اور اپنے عوامی مزاج کے باعث جلد ہی یہ زبان یہاں کے عوام میں رچ بس گئی۔ اُردو کی خطے میں ترویج کا دوسرا بڑا سبب علمی تبادلہ بھی تھا۔ بلوچستان میں جب تعلیم کا آغاز ہوا تو اُردو ہی اس پورے خطے میں ذریعہ تعلیم بن چکی تھی۔ نیز بیسویں صدی کے آغاز میں ذرائع ابلاغ میں بھی اُردو کا وقیع حصہ تھا۔ اُردو میں اخبارات کا چلن عام ہو چکا تھا۔ گو کہ انگریز کے زمانے میں ایک وقت تک بلوچستان میں اخبار پڑھنے پر بھی پابندی عائد رہی، لیکن اُس زمانے میں جتنے لکھنے پڑھنے والے لوگ تھے، ان کے علم کا ایک بڑا ذریعہ اخبار تھے، جو اُردو میں ہی ہوا کرتے تھے۔

ہندوستان سے اُس زمانے میں شائع ہونے والے اخبار 'انقلاب' اور 'زمیندار' بلوچستان تک پہنچتے اور پڑھے جاتے تھے۔ انھی سے شہ پا کر بعدازاں بلوچستان کے مقامی لوگوں نے اس خارزار میں قدم رکھا اور یکے بعد دیگرے کئی اخبارات کا اجرا کیا۔ ۱۹۳۲ء میں کراچی سے جاری ہونے والے ہفت روزہ 'البلوچ' کو حقیقی معنوں میں یہاں کا پہلا قومی ترجمان مانا جاتا ہے۔

یہ اخبارات ہی درحقیقت بلوچستان میں اُردو نثر کا بھی تسلسل ثابت ہوئے۔ اخبارات نے لکھنے کی تحریک پیدا کی۔ جس سے تحرک پا کر یہاں کے لکھنے والوں نے پہلے سیاسی، سماجی مضامین لکھے اور پھر شعر و ادب کی طرف مائل ہوئے۔ اردو شاعری کے ابتدائی نقوش ہمیں ملا محمد حسن براہوئی کی شاعری کی صورت میں ملتے ہیں، جن کا دیوان ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے مطابق ۱۸۱۵ء میں شائع ہو چکا تھا۔ جب کہ بیسویں صدی کے آغاز تک یہاں باضابطہ مشاعروں کا رواج پڑ چکا تھا، جہاں فارسی اور اُردو شاعری کا دور دورہ تھا۔ البتہ اخبارات کے طفیل اردو میں نثر نگاری کا بھی رواج پڑا۔

بعد ازاں سیاسی پمفلٹ اور مضامین بھی سامنے آئے۔ جن میں عبدالعزیز کرد اور یوسف عزیز مگسی کی مشترکہ کاوش سے قلات کے وزیر اعظم شمس شاہ کی زیادتیوں سے متعلق تحریر کردہ 'شمس گردی' اور یوسف عزیز کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2519-1915 (Online)

مشہورِ زمانہ مضمون 'فریادِ بلوچستان' نمایاں ہیں۔ دراصل بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں سامنے آنے والے اخبارات نے نہ صرف لکھنے والوں میں زبردست تحریک پیدا کی بل کہ اُردو کو بھی اس خطے میں پھلنے پھولنے کا خوب موقع دیا۔ یوں یہ کہنا درست ہوگا کہ ۱۹۳۰ء کے بعد اس خطے میں اردو زبان پوری آب و تاب کے ساتھ پھلنے پھولنے اور پھیلنے لگی۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بنیادی طور پر بیسویں صدی کے آغاز سے ہی اُردو نثر نے یہاں اپنے قدم جمانے شروع کر دیے تھے۔ بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں تک یہاں کی سرزمین میں اس کی جڑیں مضبوطی سے پیوسط ہو چکی تھیں۔ بالخصوص اخبارات کے اجرا کے بعد اردو میں شاعری کے علاوہ مضامین اور افسانے کا رجحان جڑ پکڑ چکا تھا۔ سنہ تیس کی دہائی کے ابتدائی برسوں میں ہی افسانوی ادب کے ابتدائی نقوش ہمیں بلوچستان میں نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر یہیں ہمارا سابقہ یوسف عزیز مگسی ہی کی تحریر کردہ اولین اُردو افسانوی تحریر 'تکمیلِ انسانیت' سے ہوتا ہے۔

عموماً اب تک کی تحقیق کے مطابق یوسف عزیز مگسی کی اسی تحریر کو بلوچستان میں اردو کی اولین افسانوی تحریر مانا جاتا ہے۔ گو کہ بعض ناقدین اسے افسانے کے مروجہ فنی لوازم پہ پورا اترتے ہوئے نہیں پاتے اور اس کے اولین افسانوی تحریر ہونے پر بھی اعتراضات سامنے آ چکے ہیں (تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا)۔ یوسف عزیز کے اس افسانے کو ان کا سوانحی خاکہ بھی کہا جاتا ہے۔جس کا اولین نقش پہلی بار ڈاکٹر انعام الحق کوثر اپنی تحقیق کے ذریعے سامنے لائے اور دراصل یہیں سے بلوچستان میں اُردو کی انفرادی تحقیقی روایت کا آغاز بھی ہوتا ہے۔

الف۔ انفرادی تحقیق کی روایت

پس منظر

ابتدائی پس منظری مطالعے میں ہم نے دیکھا کہ بلوچستان میں اردو میں لکھنے پڑھنے کا رجحان خاصی دیر سے ہوا۔ بیسویں صدی تک تو صرف نثری تحریروں کا آغاز ہوا۔ یہی سبب ہے کہ اس بابت تحقیق کا رجحان بھی خاصی تاخیر سے ہوا۔اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بلوچستان میں اُردو تحقیق کا شعبہ بیسویں صدی کے اختتام تک نہایت سست رو رہا۔اس دوران تحقیقی نوعیت کا کام مقداری طور پر نہایت قلیل رہا۔

ماضی کا تذکرہ کریں تو بلوچستان میں اردو میں تحقیقی سلسلے کا آغاز قیامِ پاکستان کے بعد ہی نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے اب تک کا مستند تحقیقی کام ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی کتاب ''بلوچستان میں اردو'' کی صورت میں نظر آتا ہے۔ یہ اہم کتاب ۱۹۶۸ء میں پہلی بار سامنے آئی۔جس میں بلوچستان میں اردو زبان کی آمد اور آغاز و ارتقا کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تحقیقی بنیادوں پر جائزہ لیا گیا ہے۔جس میں زبان کے ارتقا کے ساتھ ساتھ اردو شعروادب کی روایت کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ اس سلسلے میں اب تک کا اہم ترین اور وقیع ترین کام ہے۔ نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود اس سطح کا اور اس نوعیت کا تحقیقی کام اب تک سامنے نہیں آ سکا۔

البتہ انفرادی سطح پر تحقیقی نوعیت کا کچھ کام ضرور ہوا ہے۔جس میں معیار کا سوال اپنی جگہ موجود ہے۔ انعام الحق کوثر کے بعد ڈاکٹر فاروق احمد کی کتاب ''بلوچستان میں اردو زبان و ادب'' کے نام سے نوے کی دہائی کے اواخر میں سامنے آئی۔ جو دراصل اُردو ادب میں ایم اے کرنے والے طلبا کی ضرورت کے پیشِ نظر مرتب کی گئی اور اس میں زیادہ تر ان کے مختلف مواقع پر لکھے گئے مضامین شامل ہیں۔ البتہ ابتدا میں بلوچستان میں اردو زبان و ادب کے آغاز و ارتقا پر ایک تفصیلی مضمون شامل کیا گیا، جو بنیادی طور پر ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی تحقیق سے ہی ماخوذ ہے۔ البتہ ڈاکٹر فاروق احمد نے اس میں اردو ادب کی ترویج کو زیادہ اہمیت دی اور اسی کو پیشِ نظر رکھا۔

اسی دوران سن دو ہزار میں جامعہ بلوچستان شعبہ اردو ہی کے استاد ڈاکٹر آغا محمد ناصر کی کتاب ''بلوچستان میں اردو شاعری'' زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر سامنے آئی۔جس میں بلوچستان میں اردو شاعری کے آغاز و ارتقا سے لے کر بیسویں صدی کے اختتام تک اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔آغا ناصر نے بعدازاں اسی موضوع پر جامعہ کراچی سے ڈاکٹر جمیل جالبی کی زیرنگرانی پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی لکھا۔

اسی طرح پہلے شعبہ اردو اور بعدازاں شعبہ فارسی سے وابستہ رہنے والے پروفیسر ڈاکٹر شرافت عباس کا تحقیقی نوعیت کا ایک کام ''بلوچستان میں فارسی شاعری کے سو سال'' کے عنوان سے سامنے آیا۔جس میں بلوچستان میں ہونے والی فارسی شاعری کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

جب کہ اس دوران قلم قبیلہ و دیگر جرائد میں تحقیقی نوعیت کے مضامین و مقالہ جات شائع ہوتے رہے مگر کوئی مربوط کام سامنے نہیں آ سکا۔

اہم محققین کے کام کا جائزہ

انفرادی طور پر جن محققین نے اہم کام کیا، ذیل میں ان میں سے کچھ کے کام کا تعارفی جائزہ پیش ہے۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

بلوچستان میں جب بھی اُردو تحقیق کا ذکر ہو تو جو پہلا نام فوری طور پر لیا جائے گا، وہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہوگا۔اس خطے میں نہ صرف یہ کہ تحقیق کا رجحان انھوں نے متعارف کروایا بل کہ معیار و مقدار کے لحاظ سے بھی اس قدر وسیع و وقیع ذخیرہ چھوڑا ہے کہ ان کی ہم سری بلوچستان میں تو ناممکن ہے، پاکستان میں بھی اس پائے کا کام کم ہی لوگوں کے حصے میں نظر آتا ہے۔

ان کا سب سے اہم اور بڑا کارنامہ، جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا، ''بلوچستان میں اُردو'' ہے۔جس کا پہلا ایڈیشن نومبر ۱۹۶۸ء میں مرکزی اردو بورڈ لاہور سے شائع ہوا، جو اب اُردو سائنس بورڈ کہلاتا ہے۔ بعدازاں اس کے اشاعتی حقوق مقتدرہ قومی زبان (حالیہ، ادارہ فروغِ قومی زبان) اسلام آباد نے حاصل کر لیے۔جس کے تحت اب تک اس کی درجنوں اشاعتیں ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اس کے علاوہ بھی اردو تحقیق میں نہایت اہم اور وقیع کام سرانجام دیا۔ان کی ستّر سے زائد تصانیف منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ یہ تقریباً سب کی سب بلوچستان سے متعلق ہی ہیں۔ان میں ایک کثیر حصہ اقبالیات کے حوالے سے ہے۔ جو ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا محبوب موضوع رہا ہے۔اس کے علاوہ ان کا ایک اور اہم ترین تحقیقی کارنامہ 'مکاتیب یوسف عزیز مگسی' کی دریافت و اشاعت ہے۔جس نے بلوچستان کے اس بطلِ جلیل کی مختصر مگر انتہائی سرگرم زندگی کے کئی گوشوں سے پردے ہٹانے میں اہم کردار ادا کیا۔اسی طرح انھوں نے اپنی ایک اور اہم تصنیف 'تذکرۂ صوفیائے بلوچستان' میں بلوچستان کے تمام صوفیائے کرام سے متعلق معلومات یک جا کی ہیں۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر عمر کے آخری حصے تک نہایت سرگرم رہے۔ اس سلسلے کی ان کی ایک اور تحقیقی تصنیف 'بلوچستان میں تذکرۂ اردو' ہے جو ان کی پہلی کتاب 'بلوچستان میں اردو' ہی کا تسلسل ہے۔اس کتاب میں 'بلوچستان میں اردو' کے بعد سامنے آنے والے شعرا و ادبا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ ۱۹۸۶ء کے بعد خصوصاً سے لے کر اکیسویں صدی کے ابتدائی برسوں تک کے شاعروں، ادیبوں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔اس تحقیقی سلسلے کا ان کا آخری کام 'بلوچستان میں اردو ادب کے سو سال' کے عنوان سے ۲۰۰۹ء میں سامنے آیا جس میں مختلف اصناف کے حوالے سے بلوچستان میں اردو ادب کا سو سالہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ان کی کچھ کتابیں ان کی وفات کے بعد اب ان کی اولاد شائع کر رہی ہے۔ ۲۰۱۹ء میں ان کی ایک کتاب ''گورنمنٹ کالج کوئٹہ: تاریخ کے آئینے میں'' شائع ہوئی۔ یہ بلوچستان کے پہلے اعلیٰ تعلیمی ادارے کی پچاس سالہ تاریخ پر مبنی ہے، جو قیامِ پاکستان سے قبل انگریز دور میں قیامِ عمل میں آیا۔

پروفیسر خلیل صدیقی

اردو لسانیات مقداری لحاظ سے غریب مگر معیاری لحاظ سے قابلِ فخر رہی ہے۔مقداری لحاظ سے نہایت کم

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کتابیں اردو لسانیات کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ آج بھی ایسی کتابوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں۔ مگر معیاری لحاظ سے دیکھیں تو یہ حصہ مختصر ہونے کے باوجود قابلِ فخر نظر آتا ہے۔ جن چند نام ور اصحاب نے اردو لسانیات کو موضوعِ سخن بنایا، پروفیسر خلیل صدیقی ان میں نمایاں ترین ہیں۔ ہندوستان سے مہاجرت کے بعد بلوچستان کی سنگلاخ سرزمین سے ان کے علمی و فکری سرچشمے پھوٹے جنھوں نے پورے خطے کو اپنے علم کے نور سے منور کیا۔

خلیل صدیقی کی یکے بعد دیگر سامنے آنے والی تصانیف اردو لسانیات میں گراں بہا اضافہ ہیں۔ جنھیں وہ نہایت حلم، عاجزی اور انکساری کے ساتھ تصنیف کی بجائے تالیف قرار دیتے ہیں۔ اس موضوع پر ان کی کل پانچ کتابیں ہیں، پچیس برس کے عرصے میں وقفے وقفے سے سامنے آئیں۔ ان کا سوانحی خاکہ مرتب کرنے والے ان کے قریبی شاگرد ڈاکٹر نعیم الحق ان کی تفصیل اور سنِ تصنیف و اشاعت کا احوال کچھ یوں بتاتے ہیں؛

> زبان کا مطالعہ اور زبان کا ارتقا کے بعد خلیل صدیقی 'لسانی مباحث' ۱۹۸۹ء میں مکمل کر چکے تھے۔ لیکن اس کتاب کے شائع ہونے میں بوجوہ تاخیر ہوئی جس کا ذکر انھوں نے اس کتاب کے دیباچے میں کیا ہے۔ اس کے مسودے میں ترمیم و اضافے کے بعد 'لسانی مباحث' ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔ اُسی کی دہائی میں انھوں نے 'زبان کیا ہے' پر کام شروع کیا۔ اس کتاب میں لسانیات عام (جنرل لنگوئسٹکس) کے مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے صوتیات کی مبادیات پر ایک مختصر کتاب تحریر کی جو 'آواز شناسی' کے عنوان سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی۔ اطلاقی لسانیات اور اطلاقی صوتیات پر خلیل صدیقی دو کتابیں تحریر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔(۲)

صوتیات ہی دراصل ان کا اصل میدان بھی ہے اور اسی میں انھوں نے اصل کام بھی سرانجام دیا ہے۔ پروفیسر خلیل صدیقی کی لسانیات پر اہم کتابیں بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں کے دوران ہی منظرِ عام پر آئیں۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد اور اعلیٰ طرز کا کام ہے۔ جو ایک طرح سے تحقیقی نوعیت ہی کا کام ہے، مگر وہ اسے تصنیف کی بجائے تالیف مانتے تھے۔ بہرکیف، اردو لسانیات اور لسانی تحقیق کے حوالے سے ان کے کام کو کسی طور نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ 'زبان کیا ہے؟'، 'آواز شناسی'، 'لسانی مباحث'، 'زبان کا ارتقا' اور 'زبان کا مطالعہ' ان کی نہایت اہم تصانیف ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی

بلوچستان میں اردو تحقیق کے حوالے سے ایک معتبر نام ڈاکٹر عبدالرحمان براہوئی کا ہے۔ آپ کی عمر اس وقت ۸۰ سال سے زائد ہے۔ آپ کی تیس سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تمام کتب بلوچستان کے مختلف تحقیقی زاویوں سے لکھی گئی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی نے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں پنجاب سے براہوئی اور اُردو زبان کے تقابلی مطالعے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پیشہ ورانہ طور پر وہ ہائی کورٹ سے وابستہ رہے۔ مگر علم و ادب سے دلچسپی کے باعث ان کا رجحان تالیف وتصنیف کی طرف بھی رہا۔ خصوصاً تحقیق ان کی دلچسپی کا خاص میدان ہے۔ تحقیق میں پھر تقابلی ادب اور دینی ادب ان کی خاص توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ ان کا تمام تر تحقیقی کام انھی دو موضوعات پر مشتمل ہے۔

ان کی اہم تحقیقی کتب میں قدیم براہوئی شعرا، براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، براہوئی نامہ، بلوچستان میں عرب مشاہیر، براہوئی میں قرآن و حدیث اور عربی کے الفاظ، براہوئی میں دینی ادب، براہوئی ادب میں علمِ احادیث اور اس نوعیت کی درجنوں کتابیں شامل ہیں۔

ڈاکٹر شاہ محمد مری

جدید عہد میں جن لوگوں نے بلوچستان میں تحقیق کو سلیقے سے آگے بڑھایا ہے، ان میں ایک نام ڈاکٹر شاہ محمد مری کا بھی ہے۔ ڈاکٹر مری بنیادی طور پر محقق نہیں مگر انھوں نے اردو میں اس قدر وقیع کام کیا ہے کہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے بعد جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ان کا بنیادی کام تاریخ نگاری، سوانح نگاری اور ترجمہ نگاری ہے۔ بلوچ تاریخ پر ان کی نصف درجن کتب شائع ہو چکی ہیں۔ جب کہ 'عشاق کے قافلے' کے عنوان سے انھوں نے ایک سوانحی کتابی سلسلہ شروع کیا، جس میں عالمی سطح سے لے کر ملکی و مقامی سطح کے روشن فکر و ترقی پسند اہلِ علم و اہلِ قلم کی سوانح لکھی گئی ہے۔ یہ سلسلہ ۳۵ کتب پر پھیلا ہوا ہے۔ جن میں سے ۲۰ سے زائد اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں پہلی کتاب مزدک پر اور آخری فہمیدہ ریاض پر شائع ہو چکی ہے۔

اُن کے اِس کام کو بھی ایک طرح کا تحقیقی نوعیت کا بھی کہا جا سکتا ہے مگر اس میدان میں ان کا اصل کام ''بلوچی زبان و ادب کی تاریخ'' اور ''بلوچستان کی ادبی تحریک'' نامی کتابوں پر مبنی ہے۔ ''بلوچی زبان و ادب کی تاریخ'' پہلی بار مقتدرہ قومی زبان کے ایک پراجیکٹ کے تحت شائع ہوئی۔ جس کے تحت پاکستان کی تمام اہم زبانوں کی مختصر تاریخ و ادب کی کتابیں شائع کی گئیں۔ ڈاکٹر مری نے بعدازاں اس میں بیش بہا اضافے کیے اور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اسے دو جلدوں پر پھیلا دیا۔ یہ دونوں جلدیں گوشہ ادب کوئٹہ کے زیر اہتمام ۲۰۱۴ء میں یک جا کر کے ضخیم کتابی صورت میں شائع کی گئیں۔اس کتاب کے پیش لفظ میں وہ خود لکھتے ہیں کہ،

> بلوچی زبان کی تشکیل سے لے کر آج تک جو ارتقا، مسائل اور اثرات رہے ہیں، میں نے ان کو مختصر بیان کیا ہے۔ یہ کسی ماہرِ لسانیات کی ٹیکنیکل اور مفصل باتیں نہیں ہیں۔(۳)

اسی طرح ''بلوچستان کی ادبی تحریک'' کی پہلی اشاعت ۲۰۱۳ء کو اشاعت پذیر ہوئی تو یہ دوسو صفحات پر مشتمل تھی مگر ۲۰۱۸ء میں جب اس کا دوسرا ایڈیشن آیا تو یہ بڑی سائیز کے چار سو صفحات تک پھیل چکی تھی۔ گو کہ اس میں ایک بڑا حصہ ڈاکٹر شاہ محمد مری کی سربراہی میں کام کرنے والی بلوچستان کی معروف علمی و ادبی تنظیم سنگت اکیڈمی آف سائنسز کی تاریخ و کارکردگی سے متعلق ہے مگر اس کے پہلے حصے میں بلوچستان میں ترقی پسند فکر سے وابستہ افراد اور اداروں کی پوری تاریخ بیان کی گئی ہے۔جس سے اس کی تاریخی و تحقیقی اہمیت مسلم ہوتی ہے۔اس کی ہلکی سی وضاحت وہ خود بھی کتاب کی دوسری اشاعت کے پیش لفظ میں اس طرح کرتے ہیں:

> ہم پانچ سال بعد اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن چھاپ رہے ہیں۔ یہاں ہمیں وضاحت کرنی ہے کہ کسی زبان کے ادب کی تاریخ اور اُس زبان کی ادبی تحریک کی تاریخ ایک نہیں ہوتی۔ان کے بیچ ایک نازک سا 'رشتہ' بھی موجود ہوتا ہے اور ایک نازک سا ہی 'فرق' بھی۔ یہ کتاب بلوچ ادب کی تاریخ نہیں (جو الگ کتابی صورت میں موجود ہے) بل کہ یہ بلوچ ادبی تحریک کی تاریخ ہے۔(۴)

اسی طرح ان کا اہم تحقیقی کام بلوچستان میں یوسف عزیز مگسی کی تحریر کردہ اردو کی پہلی افسانوی تحریر 'تکمیلِ انسانیت' کی دریافت بھی ہے۔ اس کا اولین تذکرہ گو کہ ہمیں ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی تصنیف 'بلوچستان میں اردو' میں ملتا ہے(۵) جس میں انھوں نے اس کی اشاعت کی تفصیل اور چند اقتباسات تو درج کیے مگر اگلے پچاس برسوں تک اس کا مکمل متن دست یاب نہ ہو سکا۔ ۲۰۱۵ء میں جامعہ بلوچستان میں یوسف عزیز مگسی چیئر قائم کر کے ڈاکٹر شاہ محمد مری کو اس کا ڈائریکٹر بنایا گیا تو انھوں نے اس تحریر کا مکمل متن کھوج نکالا۔ پہلے اسے اپنے رسالہ ماہتاک 'سنگت' میں قسط وار اور بعدازاں کتابی صورت میں الگ سے شائع کیا۔ یہ متن یوسف عزیز کی سوانح پر مشتمل ان کی کتاب کے ضمائم میں ان کی طرف سے اضافہ کیے گئے حاشیوں کے ساتھ بھی موجود ہے۔(۶)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر ضیاالرحمٰن

اکیسویں صدی میں بلوچستان میں اردو تحقیق میں جس شخص نے سب سے اہم اور وقیع حصہ ڈالا ہے، وہ ڈاکٹر ضیاء الرحمان ہیں، جن کا تحقیقی کام یوں تو نصف صدی کے عرصے پر محیط ہے، مگر یہ کتابی صورت میں حال ہی سامنے آنا شروع ہوا ہے۔ علاوہ ازیں سردار بہادر خان ویمن یونی ورسٹی میں انھوں نے اردو تحقیق کے حوالے سے جو گراں قدر کام کروایا، وہ بلاشبہ قابلِ رشک ہے۔ ان کی زیرِ نگرانی درجنوں طالبات اور اسکالرز نے ایم فل کے مقالہ جات لکھے، جن میں بیش تر بلوچستان میں اردو کی مختلف اصناف پر تحقیق کے حوالے سے ہی ہیں (ان کا تذکرہ سندی تحقیق کی ضمن میں آگے چل کر آئے گا)۔

ان مقالہ جات میں ڈاکٹر ضیاالرحمان کے غیر مطبوعہ تحقیقی کام کا حوالہ بھی آتا رہا۔ بعدازاں اس فرض سے سبک دوشی کے بعد انھوں نے اپنا تحقیقی کام کتابی صورت میں سامنے لانا شروع کیا۔ جن میں ایک اہم ترین کارنامہ بلوچستان میں اردو شاعری کے اولین نقش 'قندیلِ خیال' نامی رسالے کے بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں شائع ہونے والے پرچوں کی تدوین اور ان کی اشاعت ہے۔(۷) اس کے علاوہ ان کے تحقیقی مقالہ جات پر مبنی ایک کتاب بھی حال ہی میں ہی شائع ہوئی ہے۔(۸) ان کی مزید نصف درجن تحقیقی کتب اشاعت کی منتظر ہیں۔

خورشید افروز

جدید عہد میں تسلسل اور تندہی کے ساتھ تحقیقی کام سامنے لانے والا ایک اہم نام خورشید افروز کا ہے۔ لورالائی سے تعلق رکھنے والے ریٹائرڈ پروفیسر، خورشید افروز خود بنیادی طور پر شاعر اور لکھاری ہیں۔ ان کے دو شعری مجموعے بھی اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد انھوں نے خود کو تحقیقی کام کے لیے وقف کر دیا اور گزشتہ چند برسوں میں ان کا تحقیقی کام تسلسل سے سامنے آ رہا ہے۔ بالخصوص وہ بلوچستان میں اُردو کی ادبی تاریخ مرتب کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلے کی سات جلدیں اب تک شائع ہو چکی ہیں(۹) جن میں بلوچستان میں اردو ادب کے سو سال، بلوچستان میں نسائی شاعری، بلوچستان میں نثری ادب کے سو سال، بلوچستان میں ادبی تحریکیں اور ادارے، بلوچستان کی ادبی شخصیات وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حال ہی میں بلوچستان کے معروف ادیب افضل مراد کی حیات و خدمات سے متعلق ان کی تالیف کردہ ایک کتاب بھی شائع ہوئی ہے۔

خورشید افروز اپنی کتب میں تاریخی تسلسل اور حوالہ جات کا اُس طرح باضابطہ اہتمام نہیں کرتے جو تحقیقی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

طریقہ کار کا لازمی حصہ اور خاصہ ہے۔ اس لیے ان کی کتابیں تحقیق سے زیادہ تالیفی نوعیت کی بن جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ بلوچستان میں انفرادی طور پر تحقیقی کام کرنے والوں میں ماضی میں اثیر عبدالقادر شاہوانی، اور حال میں پناہ بلوچ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ جنھوں نے تاریخی تحقیق نگاری کے ساتھ ساتھ ادبی نوعیت کی تحقیق پہ بھی خاصا کام کیا ہے۔ جب کہ تحقیقی مقالہ جات پر مبنی چند کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں جیسے کہ کرن داؤد کی 'نادراتِ تحقیق' اور اسی طرح ایم فل و پی ایچ ڈی کے مقالہ جات پر مبنی کتابیں بھی، جن کا تذکرہ آگے چل کر آئے گا۔

ب۔ سندی تحقیق کی روایت

پس منظر

بلوچستان میں سندی تحقیق کی روایت کا رجحان بھی اتنا پرانا نہیں۔ بلوچستان میں چوں کہ جامعات محدود سطح پر کام کر رہی ہیں، کل دو جامعات ہی ہیں جہاں اعلیٰ سطح پر اردو کی تدریس ہو رہی ہے، اس لیے یہاں سندی تحقیق کی روایت و رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔

صوبے کی اولین جامعہ، یونی ورسٹی آف بلوچستان کا قیام ون یونٹ کے خاتمے کے بعد، ۱۹۷۲ء کو عمل میں آیا۔ شعبہ اُردو ۱۹۷۳ء میں قائم ہوا۔ یہاں تدریسی عمل کا آغاز ایم اے کی سطح پر ہوا۔ ابتدائی طور پر چوں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد صوبے سے میسر نہ تھے، اس لیے دیگر صوبوں سے ان کی خدمات مستعار لی گئیں۔ کراچی سے مجتبیٰ حسین جیسے جید عالم کو بلوایا گیا اور ان کی سربراہی میں شعبہ اُردو میں تدریس کا آغاز ہوا۔ انھی کی سربراہی میں ڈاکٹر فاروق احمد، ڈاکٹر فردوس انور قاضی اور ڈاکٹر عبدالخالق بلوچ نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے لکھے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ یہ بلوچستان میں اُردو کی سندی تحقیق کا گویا نقشِ اول تھا۔ دیگر شعبوں میں بھی سندی تحقیق کا رواج یہیں سے پروان چڑھا۔ البتہ یہاں شعبہ اردو بیسویں صدی تک نصف درجن تحقیقی مقالے بھی نہیں لکھوا سکا۔

سنہ ۲۰۰۴ء میں سردار بہادر خان ویمن یونی ورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ یہ بلوچستان میں خواتین کا پہلا اعلیٰ تعلیمی ادارہ بھی ہے اور مجموعی طور پر دوسری بڑی جنرل یونی ورسٹی بھی۔ یہاں بھی ابتدائی طور پر شعبہ اردو میں ایم اے کی سطح پر تدریس کا آغاز ہوا۔ چند برس بعد، کالج سیکشن سے ریٹائرڈ ہونے والے پروفیسر ضیاالرحمان کی سربراہی میں ایم فل کا کورس شروع کیا کروایا گیا۔ جس کے تحت اب تک درجنوں خواتین ایم فل کے مقالہ جات لکھ چکی ہیں۔ اب یہاں بی ایس کی سطح پر بھی اُردو کی تدریس ہو رہی ہے۔ البتہ یہاں پی ایچ ڈی کا سلسلہ اب تک شروع نہیں ہو سکا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اس کے علاوہ گو کہ یونی ورسٹی آف تربت اور یونی ورسٹی آف لورالائی بھی ۲۰۱۴ء سے، میر چاکر خان یونی ورسٹی، سبی ۲۰۱۸ء سے فعال ہیں اور حال ہی میں یونی ورسٹی آف گوادر اور پنجگور کی یونی ورسٹی آف مکران بھی فعال ہو چکی ہیں مگر یہاں اب تک اردو کی تدریس شروع نہیں ہو سکی۔ اسی طرح مخصوص یونی ورسٹیوں میں بلوچستان یونی ورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی اینڈ مینجمنٹ سائنسز (بیوٹمز) کوئٹہ، لسبیلہ یونی ورسٹی آف ایگری کلچر، واٹر اینڈ میرین سائنسز (لوامز) اوتھل بھی موجود ہیں، جہاں انگریزی ادب کے شعبے تو موجود ہیں مگر شعبہ اردو قائم نہیں ہو سکا۔ اُردو کی اعلیٰ تدریس صرف دو جامعات، یونی ورسٹی آف بلوچستان اور سردار بہادر خان ویمن یونی ورسٹی میں ہو رہی ہے، اس لیے ذیل میں انھی کے حوالے سے سندی تحقیق کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

جامعہ بلوچستان میں سندی تحقیق

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ جامعہ بلوچستان میں گو کہ اُردو کی تدریس کا آغاز سن ستر کی دہائی کے وسط میں ہی ہو چکا تھا، مگر اعلیٰ ڈگریوں کے حامل اساتذہ کی کمی کے باعث سندی تحقیق کا آغاز خاصی تاخیر سے ہوا۔ مجتبیٰ حسین کی کاوشوں سے شعبے کے اساتذہ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دلوانے کے لیے انھیں پی ایچ ڈی کروایا گیا تاکہ شعبے کی تعلیمی ضروریات پوری ہو سکیں۔ لیکن پہلے اساتذہ کی قلت کے باعث اور پھر اس کی روایت نہ ہونے کے سبب بھی یہاں اس کا رجحان پنپ نہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے قیام سے لے کر اکیسویں صدی کی پہلی دہائی تک لگ بھگ نصف صدی کے عرصے میں جامعہ بلوچستان سے ایک درجن سندی مقالے بھی نہیں ملتے۔ خصوصاً بیسویں صدی کے شعبے کے قیام کے اولین ۳۵ برسوں میں یہ رفتار انتہائی سست رہی۔ سوائے شعبہ اردو کے اساتذہ کے اور کوئی محقق کوئی تحقیقی کام نہیں کر سکا، نہ شعبے کی طرف سے اس ضمن میں کوئی پیش رفت کی گئی۔

اس سلسلے میں پہلا مقالہ ہمیں ڈاکٹر فردوس انور قاضی کا ''اُردو افسانے کے رجحانات'' کے عنوان سے نظر آتا ہے، جو ان کا پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے جمع کیا گیا مقالہ ہے۔ یہ بلاشبہ اپنی طرز کا ایک مکمل کام تھا، جس میں اردو افسانے کی تاریخ اور اس کے اہم موضوعات کا تحقیقی و تنقیدی انداز میں احاطہ کیا گیا۔ یہ مقالہ ۸۰ء کی دہائی کے اواخر میں جمع ہوا، اور بعدازاں کتابی صورت میں بھی شائع ہوا۔

ڈاکٹر عبدالخالق بلوچ نے بھی شعبہ اردو سے ہی پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی، مگر ان کا مقالہ دست یاب نہیں ہو سکا۔ جب کہ ڈاکٹر فاروق احمد نے پی ایچ ڈی کی سند جامعہ کراچی سے حاصل کی۔ انھوں نے اردو غزل کے رجحانات پر مقالہ لکھا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

نوے کی دہائی میں جب کہ یہ اساتذہ اپنا پی ایچ ڈی مکمل کر چکے، تب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہاں ایم فل اور پی ایچ ڈی کا کورس متعارف کروایا جاتا تا کہ بلوچستان میں اردو کی تحقیقی روایت کو فروغ حاصل ہوتا۔ مگر بہ وجوہ اایسا نہ ہو سکا۔ اس پوری دہائی میں چند ایک محققین ہی شعبے سے مستفید ہو سکے۔ جس میں ایک اہم نام مسز مبارکہ حمید کا ہے۔ انھوں نے ''بلوچستان میں اردو افسانے کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ، ڈاکٹر فردوس انور قاضی کی زیرنگرانی مکمل کیا۔ جو نوے کی دہائی کے آخری برسوں میں جمع ہوا اور ۲۰۰۱ء میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوا۔(۱۰) اس کی دوسری اشاعت ۲۰۱۸ء کو عمل میں آئی۔ یہ بلوچستان میں اُردو افسانے کے ابتدائی نقوش کے حوالے سے ایک اہم تحقیقی کام ہے، جو بعدازاں اس حوالے سے کام کرنے والے محققین کے لیے ایک بنیادی حوالے کے طور پر کام آیا۔ انھوں نے ایم فل کے لیے پہلے بلوچستان سے اردو کے نام ور استاد شاعر محشر رسول نگری کا انتخاب کیا تھا، مگر بعدازاں اسی موضوع پر انھوں نے پی ایچ ڈی کیا۔ ان کا یہ مقالہ بھی ۲۰۱۵ء میں ہی کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اس کے پیش لفظ میں وہ لکھتی ہیں:

> میں نے ایم فل کرنے کے لیے محشر رسول نگری کی شخصیت اور فن پر تحقیقی کام کرنے کی غرض سے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد سے رجسٹریشن کروائی تھی لیکن بعد میں مذکورہ موضوع کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر اس کا جائزہ لیا، کچھ ضروری اضافے کیے تا کہ یہ کام پی ایچ ڈی کی سطح پر کیا جا سکے۔(۱۱)

اسی دورانیے میں شعبہ اردو کے استاد ڈاکٹر آغا ناصر نے بھی بلوچستان میں اُردو شاعری پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا۔ مگر انھوں نے یہ مقالہ جامعہ کراچی میں جمیل جالبی کی زیرنگرانی مکمل کیا اور وہیں سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ اسی موضوع پر ان کی کتاب ''بلوچستان میں اردو شاعری'' سن ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی۔(۱۲)

اکیسویں صدی کی پہلی دہائی کے ابتدائی برسوں میں جو اہم کام سامنے آیا، اس میں ایک ڈاکٹر عرفان احمد بیگ کا بلوچستان کے معروف شاعر عطا شاد پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔ یہ عطا شاد کے فن وشخصیت پر لکھا جانے والا پہلا مقالہ بھی ہے۔ اس پر انھیں ۲۰۰۷ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔ قبل ازیں ۲۰۰۲ء میں انھوں نے پروفیسر مجتبیٰ حسین کے فن وشخصیت پر ایم فل کا مقالہ لکھا۔ ڈاکٹر خالد محمود خٹک نے محمد حسین عنقا کی حیات وخدمات پر ڈاکٹر ضیاالرحمان کی زیرنگرانی پی ایچ ڈی کا مقالہ ۲۰۰۷ء میں مکمل کیا۔ اس سے قبل انھوں نے احمد ندیم قاسمی کے فن پر ۲۰۰۲ء میں ایم فل کا مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ جات اب تک کتابی صورت میں سامنے نہیں آ سکے۔ ڈاکٹر ضیاالرحمٰن ہی کی زیرِنگرانی پروفیسر شمیم کوثر نے ''بلوچستان میں اُردو نظم'' کے موضوع پر اپنا ایم فل کا مقالہ ۲۰۰۹ء

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

میں مکمل کیا۔ یہ ۲۰۱۳ء کو کتابی صورت میں شائع ہوا جس میں محققہ نے 'حرفِ اوّل' کے عنوان سے بتایا کہ:

> زیرِ نظر کتاب ایم فل کا تحقیقی مقالہ ڈاکٹر ضیاالرحمان کی نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور بلوچستان یونی ورسٹی کی جانب سے ۲۰۰۹ء میں ڈگری تفویض ہوئی۔[۱۳]

اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں شعبہ اُردو کے علاوہ جامعہ بلوچستان کے بلوچستان اسٹڈی سینٹر نے بھی متعلقہ شعبوں میں ایم فل کا کورس شروع کیا تو فیصل ریحان نے ۲۰۱۱ء میں یہاں سے ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے فن وشخصیت پر اپنا مقالہ جمع کروایا۔ فیصل ریحان نے بعدازاں بلوچستان کے نثری ادب پر، اسلام آباد کی انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

سنہ ۲۰۱۴ء میں پہلی بار (اور پھر ۲۰۱۶ء میں) جامعہ بلوچستان کے تمام شعبوں میں ایم فل، پی ایچ ڈی کے کورسز میں بڑے پیمانے پر داخلے دیے کیے گئے۔ جس کے باعث مختلف شعبوں میں کثیر تعداد میں اسکالرز داخل ہوئے اور تحقیقی روایت کو جلا ملی۔ صرف شعبہ اردو میں اس سیشن میں ۳۵ داخلے ہوئے، جو اس شعبے کی تاریخ میں سب سے زیادہ ہونے والے داخلے تھے۔ البتہ اس سیشن میں سے صرف نصف درجن اسکالرز ہی تحقیقی مقالے مکمل کر کے ڈگری لے سکے۔ ان میں سے زرمینہ گل نے بلوچستان کے پشتو اور اُردو ادب کے تقابلی مطالعے پر مقالہ لکھا۔ عابد حسین نے بلوچستان کے افسانوی ادب کے رجحانات پر تحقیقی مقالہ لکھا۔ محمد عارف نے پشتو اور اردو کے ادیب صاحب زادہ حمید اللہ کی حیات و خدمات پر تحقیقی مقالہ جمع کروایا۔ عبدالسلام نے پی ٹی وی کوئٹہ سینٹر کے ڈراموں میں خواتین کے مسائل کی نمائندگی پر مقالہ لکھا۔ ایک اور مقالہ بلوچستان میں ترقی پسند تحریک کے اثرات پر لکھا گیا۔

ڈاکٹر محمد ندیم نے ۲۰۱۶ء میں 'پاکستانی جامعات میں اردو تحقیق' کی صورت حال کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ تاحال اس شعبے سے جاری ہونے والی پی ایچ ڈی کی آخری ڈگری ہے۔ فی الوقت بلوچستان یونی ورسٹی میں اُردو میں ایم فل، پی ایچ ڈی کے کورسز نہیں کروائے جا رہے، جس کے باعث تحقیق کا یہ سلسلہ بھی اب موقوف ہے۔

علاوہ ازیں، شعبہ اُردو کے علاوہ ابتدائی برسوں میں شعبہ بلوچی، براہوئی اور بلوچستان اسٹڈی سینٹر کے زیراہتمام زبانوں سے متعلق لکھے جانے والے تحقیقی مقالے اردو میں ہی جمع ہوتے رہے، اس لیے انھیں بھی بالواسطہ طور پر اردو کی تحقیقی روایت میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ان میں ڈاکٹر عبدالصبور بلوچ کا گل خان نصیر پر لکھا گیا پی ایچ ڈی کا مقالہ، ڈاکٹر زینت ثنا کا بلوچی ادب میں تنقید نگاری پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ، عبدالقیوم بیدار کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

براہوئی میں نسائی ادب کے موضوع پر ایم فل کا مقالہ، شعبہ براہوی ہی سے افضل مراد کا ڈراما نگاری پر ایم فل کا مقالہ اورعطاشاد کی حیات وخدمات پر ثریا بانو کا ایم فل کا مقالہ اہم تحقیقی مقالہ جات ہیں جو کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ شعبہ تاریخ، سیاسیات اور اسلامیات میں بھی ایم فل کے درجنوں تحقیقی مقالے اردو میں لکھے گئے ہیں۔مگر ان کا دائرہ کار ادبی نہیں۔

سردار بہادر خان ویمن یونی ورسٹی میں اردو تحقیق

سردار بہادر خان (ایس بی کے) ویمن یونی ورسٹی کا قیام حالاں کہ اکیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں عمل میں آیا مگر صوبے کی سطح پر اردو کی سندی تحقیق میں اس جامعہ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔محض ایک دہائی میں یہاں ایم فل کی سطح کے ۳۰ سے زائد تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ یہاں شعبہ اردو کا قیام ۲۰۰۶ءکوعمل میں آیا۔ کالج سیکشن سے ریٹائرڈ ہونے والے ڈاکٹر ضیاالرحمان کی سربراہی میں ۲۰۰۹ء میں یہاں ایم فل کا کورس شروع کیا گیا۔

اب تک یہاں ایم فل کے سات سیشنز کے کورسز کروائے جا چکے ہیں۔ پہلے سیشن میں ۶، دوسرے سیشن میں ۲، تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے سیشن میں ۵،۵ اور ساتویں سیشن میں ۴ مقالے لکھے جا چکے ہیں۔

البتہ اکیڈمک اسٹاف کی قلت کے باعث یہاں اب تک پی ایچ ڈی سطح کے کورسز شروع نہیں کروائے جا سکے۔ یہاں کے شعبہ اردو کی استاد اور ۲۰۱۳ء میں یہیں سے اپنا ایم فل مکمل کرنے والی ڈاکٹر قندیل بدر ۲۰۲۰ء میں نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد سے 'بلوچستان کی اُردو نظم پر نائن الیون کے اثرات' کے موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ جمع کروا کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے چکی ہیں۔ان کے ایم فل مقالے کا موضوع 'بلوچستان کی اُردو غزل پر نائن الیون کے اثرات' تھا۔

یہاں سے ہونے والے ایم فل کے مقالہ جات میں سے چند ایک اب کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔جن میں سے فرزانہ خدرزئی کا مقالہ ''بلوچستان میں خواتین کی اُردو شاعری''[۱۴] اور ناہید خان کا ''بلوچستان میں اردو ناول''[۱۵] اہم تحقیقی مقالات ہیں۔جن سے یہاں کے تحقیقی معیار کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں ویمن یونی ورسٹی میں ایم اے اور بی ایس کی سطح پر بھی اردو کی تدریس ہو رہی ہے اور اس سطح پر بھی تحقیقی مقالے لکھنے کا رواج موجود ہے۔جس سے طلبا کو رسمیاتِ مقالہ نگاری و تحقیق نگاری سیکھنے اور سمجھنے میں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

معاونت ہوتی ہے۔ اس جامعہ کا ایک اختصاص یہ بھی ہے کہ یہاں زیادہ تر تحقیقی مقالے بلوچستان میں تخلیق ہونے والے اردو ادب یا یہاں کی دیگر زبانوں کے تقابلی مطالعے کے حوالے سے لکھوائے گئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بلوچستان کے اردو ادب کی تحقیقی تاریخ منظم طور پر مرتب ہوگئی ہے۔ بلوچستان کے اردو ادب کے کسی بھی حوالے سے تحقیقی حوالہ درکار ہو تو ویمن یونی ورسٹی کا کوئی بھی تحقیقی مقالہ دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اور تاریخی کام ہے جو اس جامعہ کے زیرِاہتمام انجام پایا ہے۔ بلوچستان کی سندی تحقیق کی تاریخ میں یہ کام ہمیشہ نمایاں اور اہمیت کا حامل رہے گا۔

تحقیقی جریدہ 'قلم قبیلہ' کا کردار

بلوچستان میں حالاں کہ رسائل وجرائد کی تاریخ سو سال پرانی ہے اور خطے میں علم و ادب کے فروغ میں روزِ اول سے ان کا اہم کردار رہا ہے۔ جیسا کہ مقالے کے آغاز میں ہفت روزہ 'البلوچ' کا ذکر ہوا۔ اسی طرح کئی اور جرائد و رسائل مختلف اوقات میں یہاں سے شائع ہوتے رہے۔ ان کا اجرا کرنے والے چوں کہ خود اکثر شاعر و ادیب ہوا کرتے تھے، اس لیے یہ جرائد ادبی ذوق کا خوب سامان رکھتے تھے۔

مگر اس شان دار تاریخ اور روایت کے باوجود یہاں تحقیقی مجلوں کا شدید فقدان رہا بل کہ یہ میدان خالی ہی رہا تاوقتے کہ 'قلم قبیلہ' کے نام سے جاری ہونے والے مجلّے نے یہ خالی جگہ پُر کی۔ اس کا آغاز سن ستر کی دہائی کے اواخر میں قلم قبیلہ ادبی ٹرسٹ کے زیرِاہتمام ایک ماہانہ ادبی جریدے کے بہ طور ہوا۔ جس میں پاکستان بھر سے اردو ادب کے نام ور ادیبوں کی تحریریں شائع ہوتی رہیں۔ مگر یہ تسلسل کے ساتھ شائع نہ ہو سکا اور ایک طویل عرصے کے وقفے کے بعد ۱۹۹۱ء میں سہ ماہی جریدے کے بہ طور شائع ہونے لگا۔ اس کے متحرک مدیر، جامعہ بلوچستان میں شعبہ اردو کے سابق سربراہ ڈاکٹر فاروق احمد کی قبل از وقت ریٹائرمنٹ اور امریکا منتقلی کے بعد اشاعت میں تسلسل برقرار نہ رہ سکا۔ اب ایک طویل عرصے سے یہ کتابی سلسلے کی صورت میں شائع ہو رہا ہے۔ جس کے کبھی سال میں دو اور کبھی ایک ہی پرچہ شائع ہو پاتا ہے۔

اس کے باوجود اس مجلّے نے خصوصاً بلوچستان میں اردو تحقیق کے حوالے سے ایک دَر ضرور وا کیا۔ گو کہ ابتدائی طور پر اس میں شاعری، افسانوں اور تبصروں کے علاوہ اعلیٰ پائے کے ادبی مضامین شائع ہوتے رہے جو جدید فکری مباحث پر مبنی ہوتے تھے لیکن بعدازاں تحقیقی مقالہ جات بھی اس کا حصہ بنے۔ خصوصاً قلم قبیلہ کی سالانہ ادبی تقریبات میں پڑھے جانے والے تحقیقی مقالہ جات اور تعلیمی اداروں سے وابستہ اردو کے ادیبوں اور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محققین کی جانب سے لکھے جانے تحقیقی مضامین نہایت اہم ہیں۔ ۲۰۰۶ء میں جریدے نے ایک تحقیقی وتنقیدی نمبر شائع کیا، جس میں ایک درجن سے زائد مقالہ جات شائع ہوئے۔ اسی طرح اسی سال ایک سال نامہ بھی شائع کیا گیا۔ اس میں بھی اہم نوعیت کے تحقیقی مضامین سامنے آئے۔

مذکورہ بالا شماروں میں ہی ڈاکٹر ضیاء الرحمان کے دو اہم تحقیقی مضامین شائع ہوئے جو بلوچستان میں افسانوی ادب کی تحقیق کے حوالے سے ایک سنگِ میل کا درجہ رکھتے ہیں۔

بلوچستان میں اُردو ناول کے حوالے سے قبل ازیں ڈاکٹر انعام الحق کی تصنیف 'بلوچستان میں اردو' میں یہ مبہم سا خیال سامنے آیا تھا کہ بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول ۱۹۱۵ء اور ۱۹۲۰ء کے درمیانی عرصے میں لورالائی میں بہ نام 'محبت کا دیوتا عرف برابر کی چوٹ' لکھا گیا، جسے جگن ناتھ سیٹھی نامی نوجوان ہندو تاجر نے لکھا مگر اس کا متن دست یاب نہیں۔ اس لیے یہ دعویٰ مجہول سے محسوس ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ضیاالرحمٰن نے اپنے تحقیقی مضمون بہ عنوان 'بلوچستان میں اردو کے ابتدائی ناول کے چند اوراق'[۱۶] میں یہ ثابت کیا کہ بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول 'بلوچستان کا مجبور بدمعاش' کے عنوان سے مولانا ہوت بلوچستانی نے لکھا۔ جس کی صرف پہلی قسط ۹ فروری ۱۹۳۶ء کو کراچی سے شائع ہونے والے ہفت روز 'بلوچستان' میں شائع ہوئی۔ بہ وجوہ اس کی مزید اقساط سامنے نہیں آسکیں، اس لیے یہ ناول بھی مکمل دست یاب نہیں ہوسکا مگر بلوچستان میں اردو ناول کا نقشِ اول ضرور ثابت ہوا۔

اسی طرح انھوں نے بلوچستان میں اردو افسانے کے آغاز کے حوالے سے بھی ایک تحقیقی مقالہ بہ عنوان 'کیا تکمیل انسانیت بلوچستان میں اردو کا پہلا افسانہ ہے؟'[۱۷] لکھا جس میں انھوں نے قبل ازیں تحقیق کہ یوسف عزیز مگسی کا ۱۹۳۴ء میں لکھا گیا 'تکمیل انسانیت' بلوچستان میں لکھا گیا اردو کا پہلا افسانہ ہے' کو غلط ثابت کیا اور باضابطہ تحقیقی معیارات کے تحت واضح کیا کہ بلوچستان میں اُردو کا پہلا افسانہ 'ایک رازِ سربستہ کا انکشاف یا غیبی امداد' ہے، جس کے مصنف مکران کے محمد عمر بلوچ ہیں۔ یہ مختصر افسانہ کراچی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ 'البلوچ' میں ۷ مئی ۱۹۳۳ء کو شائع ہوا۔ یعنی اس کی اشاعت 'تکمیلِ انسانیت' کی اشاعت سے ایک سال ۱۹ دن پہلے ہو چکی تھی۔

اس طرح کے دیگر درجنوں تحقیقی مضامین 'قلم قبیلہ' میں شائع ہوئے، لیکن مذکورہ بالا ایسے اختصاصی مقالہ جات ہیں جنھوں نے بلوچستان میں اردو تحقیق کے نئے در وا کیے۔ اس لیے اس ضمن میں 'قلم قبیلہ' کی تحقیقی خدمات کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مجموعی جائزہ

مذکورہ بالا مقالے میں دیکھا جا سکتا ہے کہ بلوچستان میں انفرادی سطح پر ہونے والی تحقیق کا پلڑا، سندی تحقیق کی نسبت بھاری ہے۔ حالاں کہ سندی تحقیق کی اہمیت و افادیت نہ صرف مُسلم ہے بل کہ دیکھا گیا ہے کہ عموماً انفرادی تحقیق کی نسبت مقدار میں بھی سندی تحقیق کو برتری حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بلوچستان میں سندی تحقیق کی نسبت انفرادی تحقیق کا رجحان زیادہ نظر آتا ہے۔ یہاں ایک ایک شخص کا کیا ہوا تحقیقی کام، پورے اداروں پر بھاری ہے۔ صرف ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اکیلے جس قدر معیاری و مقداری تحقیقی کام کیا ہے، اب تک تمام جامعات مل کر اتنا کام نہیں کرواسکیں۔ اسی طرح ہر محقق کے کریڈٹ پر درجنوں تحقیقی کتابیں نظر آتی ہیں۔

اس کی ایک بڑی وجہ جہاں بلوچستان میں سندی تحقیق کی روایت کا فقدان ہے، وہیں جامعات کی کمی، موجودہ جامعات میں شعبہ اردو کا فقدان اور پھر موجود شعبوں میں اُردو کے اعلیٰ ڈگریوں کے حامل اساتذہ کی قلت بھی ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ تمام جامعات میں شعبہ اُردو کا قیام عمل میں لایا جائے، پوسٹ گریجویٹ کالجز میں ایم فل، پی ایچ ڈی سطح کے کورسز ہونے چاہییں تا کہ سندی تحقیق کا رواج فروغ پا سکے۔

سندی تحقیق جس قدر زیادہ ہو گی اور جس قدر زیادہ اشاعت پذیر ہو کر سامنے آئے گی، اتنا ہی تحقیق کے معیارات واضح ہوں گے۔ جس کے لازمی اثرات شخصی یا انفرادی تحقیقی کام پر بھی پڑیں گے اور یہ معیار کے لحاظ سے مزید بہتر ہو گا۔ اس لیے جس قدر ممکن ہو سکے، سندی تحقیق کو رواج دیا جانا ضروری ہے۔ یہ تحقیق کے مجموعی رجحان کے لیے ایک مثبت قدم ہو گا۔

اسی طرح تحقیقی جرائد کی کمی بھی اس کی ایک بڑی وجہ ہے۔ جرائد محققین کے لیے مہمیز کا کام کرتے ہیں۔ جب جرائد موجود نہیں ہوں گے تو تحقیق کے میدان میں ہونے والا کام بھلا کیوں کر سامنے آ پائے گا۔ ہر محقق لازم نہیں کہ کتاب تخلیق کرے۔ تحقیق کے میدان میں ایک ایک مقالے کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔ جیسے مندرجہ بالا سطور میں ڈاکٹر ضیاء الرحمان کے دو مضامین کا ذکر ہوا، جن کے ذریعے خطے میں اردو تحقیق کے بالکل نئے زاویے سامنے لائے گئے۔ 'قلم قبیلہ' میں شائع ہونے والے تحقیقی مقالہ جات ازخود ایک کتابی مواد رکھتے ہیں۔ لیکن اس نوعیت کے جرائد جتنی زیادہ تعداد میں ہوں گے، تحقیقی کام اتنا ہی زیادہ ہو گا اور زیادہ مقدار میں سامنے آئے گا۔

جامعات میں ایم فل، پی ایچ ڈی نہ سہی مگر بی ایس کی سطح پر مسلسل تحقیقی مقالے لکھوائے جا رہے ہیں۔ جامعات کو چاہیے کہ ان میں سے معیاری مقالہ جات کو منتخب کر کے انھیں جریدہ یا کتاب کی صورت شائع کرنے کا اہتمام کریں۔ اس سے جہاں اُردو کا تحقیقی کام سامنے آئے گا وہیں نوجوان اسکالرز کی حوصلہ افزائی بھی ہو گی۔ اس

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سے خطے میں اردو کی تحقیقی روایت فروغ پائے گی جو یقیناً یہاں کی دیگر مادری قومی زبانوں کے لیے بھی مہمیز کا کام کرے گی۔

حواشی

۱۔ انعام الحق کوثر، ''بلوچستان میں اردو''، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۱

۲۔ نعمت الحق، ''جلوہ گاہِ وصال کی شمعیں''، مشمولہ ''پیکرِ مہر وفا'' تدوین: ڈاکٹر نعمت الحق (کوئٹہ: قلات پبلشرز، مارچ ۲۰۰۸ء)، ص ۴۵

۳۔ شاہ محمد مری، ''بلوچی زبان و ادب''، (کوئٹہ: گوشہ ادب، ۲۰۱۴ء)، ص ۶

۴۔ ایضاً، ''بلوچستان کی ادبی تحریک''، (کوئٹہ: سنگت اکیڈمی، ۲۰۱۸ء، دوسری اشاعت)، ص ۱۲

۵۔ انعام الحق کوثر اپنی کتاب ''بلوچستان میں اردو'' کے ص ۵۱۵ پہ 'تکمیلِ انسانیت' کی اشاعت کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں: ''تکمیلِ انسانیت (طبع زاد افسانہ)، از محمد یوسف علی عزیز مگسی (چار قسطیں)، مطبوعہ 'بلوچستان جدید' کراچی، شمارے: یکم مئی ۱۹۳۴ء، ۸ مئی ۱۹۳۴ء، ۱۶ مئی ۱۹۳۴ء، ۲۴ مئی ۱۹۳۴ء۔''

۶۔ یوسف عزیز مگسی، ''تکمیل انسانیت''، ایڈیٹر: شاہ محمد مری، (کوئٹہ: یوسف عزیز مگسی چیئر، بلوچستان یونی ورسٹی، ۲۰۱۷ء)۔ علاوہ ازیں اس کا مکمل متن مصنف کی 'عشاق کے قافلے' سیریز کی گیارہویں جلد ''یوسف عزیز مگسی'' کے ص ۲۴۷ تا ۲۵۹ پہ بھی دیکھا جا سکتا ہے، (چوتھی اشاعت، کوئٹہ: سنگت اکیڈمی، ۲۰۲۰ء)

۷۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن، (مدون) ''قندیلِ خیال: اردو کا جدید کلاسیکی ادب''، (ملتان: بکس اینڈ ریڈرز، ۲۰۲۰ء)

۸۔ ایضاً، ''آثار و تحقیق''، (ملتان: بکس اینڈ ریڈرز، ۲۰۲۱ء)

۹۔ خورشید افروز کی ''مشاہیر بلوچستان'' کے نام سے شائع شدہ کتب سیریز کی تفصیل یوں ہے: جلد اول، ''اردو شاعری کا پہلا دور''، (کوئٹہ: نیو کالج پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، جلد دوم، ''اردو شاعری کا دوسرا دور''، (کوئٹہ: نیو کالج پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، جلد سوم، ''اردو شاعری کا تیسرا دور''، (کوئٹہ: نیو کالج پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ''جلد چہارم، بلوچستان کی انجمنیں اور اکیڈمیز''، (اشاعت، ۲۰۱۷ء)، جلد پنجم، ''بلوچستان میں خواتین کی اردو شاعری کے سو سال'' (کوئٹہ: نیو کالج پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، جلد ششم، ''بلوچستان میں اردو نثری نسائی ادب کے سو سال''، حصہ اول (کوئٹہ: نیو کالج پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، جلد ہفتم، ''بلوچستان میں اردو نثری نسائی ادب کے سو سال''، حصہ دوم (کوئٹہ: نیو کالج پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)

۱۰۔ مسز مبارکہ حمید، ''بلوچستان میں اردو افسانے کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''، (کوئٹہ: نوید پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)

۱۱۔ ایضاً، ''محشر رسول نگری، حیات اور فن''، (لاہور: ادبستان، مارچ ۲۰۱۵ء)، ص ۱۲

۱۲۔ ڈاکٹر آغا محمد ناصر، ''بلوچستان میں اردو شاعری''، (کوئٹہ: کوژک پبلشرز، جنوری ۲۰۰۰ء)

۱۳۔ شمیم کوثر، ''بلوچستان میں اُردو نظم''، (کوئٹہ: قلات پبلشرز، ۲۰۱۳ء)، ص ۶

۱۴۔ فرزانہ خدرزئی، ''بلوچستان میں خواتین کی اُردو شاعری''، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۱۹ء)

۱۵۔ ناہید خان، ''بلوچستان میں اُردو ناول''، (کوئٹہ: نیو کالج پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)

۱۶۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن، ''بلوچستان میں اردو کے ابتدائی ناول کے چند اوراق''، مشمولہ ''قلم قبیلہ: تحقیقی و تنقیدی نمبر'' جلد ۱۶، شمارہ ۱، (کوئٹہ: قلم قبیلہ ادبی ٹرسٹ، جنوری تا جون ۲۰۰۶ء)

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۷۔ایضاً،''کیا تکمیلِ انسانیت بلوچستان میں اردو کا پہلا افسانہ ہے؟''،مشمولہ''قلم قبیلہ:سال نامہ''جلد ۱۶، شمارہ ۲،(کوئٹہ:قلم قبیلہ ادبی ٹرسٹ، جولائی تا اگست ۲۰۰۶ء)

مآخذ

۱۔ افروز،خورشید،''مشاہیر بلوچستان''(جلد اول تا ہفتم)،کوئٹہ:نیو کالج پبلی کیشنز،۲۰۱۷ء۔۲۰۱۹ء

۲۔ حمید،مبارکہ،مسز،''بلوچستان میں اردو افسانے کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''،کوئٹہ:نوید پبلی کیشنز،۲۰۰۱ء

۳۔ ____،''محشر رسول نگری،حیات اور فن''،لاہور:ادبستان،مارچ ۲۰۱۵ء

۴۔ خان،ناہید،''بلوچستان میں اُردو ناول''،کوئٹہ:نیو کالج پبلی کیشنز،۲۰۱۹ء

۵۔ خدرزئی،فرزانہ،''بلوچستان میں خواتین کی اُردو شاعری''،ملتان:بیکن بکس،۲۰۱۹ء

۶۔ ضیاء الرحمٰن،ڈاکٹر،(مدون)،''قندیلِ خیال:اردو کا جدید کلاسیکی ادب''،ملتان:بکس اینڈ ریڈرز،۲۰۲۰ء

۷۔ ____،''آثار وتحقیق''،ملتان:بکس اینڈ ریڈرز،۲۰۲۱ء

۸۔ عباس،شرافت،پروفیسر،''بلوچستان میں فارسی شاعری کے پچاس سال''،کوئٹہ:کوثر ک پبلشرز،فروری ۱۹۹۹ء

۹۔ کوثر،انعام الحق،''بلوچستان میں اردو''،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۶۸ء

۱۰۔ کوثر،شمیم،''بلوچستان میں اُردو نظم''،کوئٹہ:قلات پبلشرز،۲۰۱۳ء

۱۱۔ مری،شاہ محمد،''بلوچی زبان وادب''،کوئٹہ:گوشہ ادب،۲۰۱۴ء

۱۲۔ ____،''بلوچستان کی ادبی تحریک''،کوئٹہ:سنگت اکیڈمی،۲۰۱۸ء،دوسری اشاعت

۱۳۔ ____،''یوسف عزیز مگسی''،کوئٹہ:سنگت اکیڈمی،۲۰۲۰ء،چوتھی اشاعت

۱۴۔ مگسی،یوسف عزیز،''تکمیل انسانیت''،(ایڈیٹر:شاہ محمد مری)،کوئٹہ:یوسف عزیز مگسی چیئر،بلوچستان یونی ورسٹی،۲۰۱۷ء

۱۵۔ ناصر،آغا محمد،''بلوچستان میں اردو شاعری''،کوئٹہ:کوثر ک پبلشرز،جنوری ۲۰۰۰ء

۱۶۔ نعمت الحق،ڈاکٹر،(تدوین)،''پیکر مہر وفا''،کوئٹہ:قلات پبلشرز،مارچ ۲۰۰۸ء

رسائل وجرائد

۱۔ ''قلم قبیلہ''(ادبی سلسلہ)،جلد ۱۶،شمارہ ۱۔۲،۲۰۰۶ء،قلم قبیلہ ادبی ٹرسٹ،کوئٹہ

۲۔ ''مہر در:بلوچستان میں ذرائع ابلاغ کا سفر''(کتابی سلسلہ)،مہر در انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشن،کوئٹہ،۲۰۱۲ء